

مرض و صحت اور اسلام

(۲)

مولانا سید جلال الدین عمری

اس دنیا میں صحت کے ساتھ مرض بھی لگا ہوا ہے ہزار احتیاط کے باوجود آدمی یہاں بیمار ہوتا رہتا ہے اس صورت میں غوراً علاج کی فکر ہونی چاہیے مرض میں علاج سے غفارت کرنا موت کو دعوت دینا ہے یہ نہ دانشمندی ہے اور نہ دیندار ربی احادیث میں دوا علاج کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کی ضرورت اور افادیت کو مختلف پہلوؤں سے نمایاں کیا گیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

ما انزلہ اللہ دواء لا انزلہ
شفاء لہ
اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لئے شفا بھی اتاری ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لکل داء دواء فاذا اصاب دواء
داء برأ باذن اللہ
ہر مرض کی دوا ہے جب دوا لگ جاتی ہے تو اللہ کے حکم سے صحت ہو جاتی ہے۔

بخاری، کتاب الطب، مسلم، کتاب السلام باب لکل داء دواء و استحباب التداوی

ذکوان ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی جسے زخم تھا عیادت کے لئے تشریف لے گئے آپ نے اس کے لوگوں سے فرمایا کہ فلاں قبیلہ کے طبیب کو بلاؤ وہ آیا تو اس نے آپ سے سوال کیا کہ کیا دوا سے بھی کوئی فائدہ ہوتا ہے آپ نے فرمایا :-

سبحان اللہ وھل انزل اللہ سبحان اللہ ! اللہ نے زمین میں کوئی مرض من داء فی الارض الا جعل لہ شفاء۔ نہیں اتارا مگر یہ کہ اس کے لئے شفا بھی رکھی ہے۔

ہے۔

ان احادیث میں دواؤں کی وسیع تاثیر اور زبردست افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے اور مریض کو اطمینان دلا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے اس لئے بیماری چھوٹی ہو یا بڑی اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ صحیح علاج کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جس بیماری کے لئے جو دوا رکھی ہے وہ اگر مل جائے تو وہ بیماری اس کے حکم سے ٹھیک ہو جائے گی اس میں دواؤں کی تلاش و تحقیق اور نئی معلومات حاصل کرنے کے لئے ترغیب ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے تو جن بیماریوں کا علاج ہمیں نہیں معلوم ہے اس کی تلاش جاری رہنی چاہیے۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکل داء دواء دہر بیماری کی دوا ہے مریض اور طبیب دونوں کے لئے تقویت کا باعث ہے اس میں علاج کے تلاش کی ترغیب بھی ہے اگر مریض کو یہ محسوس ہو کہ اس کا مرض لا علاج نہیں ہے بلکہ اس کا علاج ممکن ہے تو اس کا دل امید سے بھر جائے گا اور مایوسی ختم ہوگی۔ اس سے وہ اپنے اندر نفسیاتی طور پر مرض پر غالب آنے والی توانائی محسوس کرے گا اسی طرح

اپریل سنہ ۲۰۱۷ء

طیب کو جب معلوم ہو گا کہ ہر بیماری کی اللہ تعالیٰ نے دوا رکھی ہے تو تلاش اور جستجو اس کے لئے ممکن ہو گی یہ

اس دنیا میں ہر ذی حیات مخلوق کو موت کا مزہ چھنا پڑتا ہے اسی طرح بچپن اور جوانی کے بعد بڑھاپے کا مرحلہ لازماً آتا ہے اور قانون فطرت کے مطابق اس کی تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ بڑھاپے اور موت کو تو دوا علاج کے ذریعہ ٹالا نہیں جاسکتا ان کے علاوہ ہر بیماری کا علاج اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

حضرت اسامہ بن شریکؓ کہتے ہیں کہ کچھ برووں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، "الانتداوی کیا ہم دوا علاج نہ کریں؟ آپ نے فرمایا:۔

نعم یا عباد اللہ تدوا ووافان اللہ لم یضع داء الا وضع له شفاءً او قال دواء الاداء واحداً فقالوا یا رسول اللہ وما هو؟ قال الهمم
ہاں! اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لئے کہ اللہ نے جو بیماری بھی پیدا کی ہے اس کے لئے شفا اور دوا بھی رکھی ہے۔ آپؐ نے سفار یا دوا کا لفظ استعمال فرمایا (سوائے ایک بیماری کے لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ وہ کیا بیماری ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ بڑھاپا!)

ایک روایت میں ہے۔

تداو وعباد اللہ فان اللہ عز وجل لم یزل داء الا نزل معه شفاء الا موت والهمم
اللہ کے بندو! علاج کراؤ! اس لئے کہ اللہ عزوجل نے موت اور بڑھاپے کے سوا جو بیماری بھی اتاری ہے اس کے لئے سفار

الطب النبوی ص ۱۷۸ ترمذی، ابواب الطب، باب ما جاز فی الدوا والحث علیہ،

رواؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوی بکے مسند احمد ۴/۳۲۷۔

برہان دہلی

۸

بھی رکھتی ہے۔

انسان نے زمانہ کے ساتھ طب میں بڑی ترقی کی ہے اس نے بہت سی بیماریوں کا علاج معلوم کر لیا ہے تحقیق اور تجربہ سے اس کی معالجات میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود ایسی بیماریاں موجود ہیں جن کا علاج ابھی تک اس کی دہترس سے باہر ہے ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میدان میں تحقیق کی بڑی گنجائش ہے بلاشبہ وہ قانون فطرت کو توڑ کر بڑھائے اور موت کو تو روک نہیں سکتا لیکن اگر وہ ہمت نہ ہارے اور اپنی تحقیق جاری رکھے تو ان امراض پر بھی قابو پاسکتا ہے جن پر آج اسے قابو نہیں ہے حضرت اسامہ بن شریکؓ ہی کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:-

جاء اعرابی فقال يا رسول الله
صلى الله عليه وسلم انتداوى ؟
قال نعم فان الله لم ينزل داء الا انزل
له شفاء علمه من علمه وجهله من
جهله
ایک اعرابی آیا عرض کیا اے اللہ کے
رسول! کیا ہم علاج کریں؟ آپ نے
فرمایا ہاں علاج کرو اس لئے کہ اللہ نے
کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی
شفابھی اتاری ہے جو اسے جانتا ہے جانتا
ہے اور جو نہیں جانتا نہیں جانتا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:-
ان الله لم ينزل داء الا انزل
له شفاء علمه من علمه وجهله من
جهله
اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ
کہ اس کی شفابھی اتاری ہے جاننے والا اسے
جانتا ہے نہیں جاننے والا نہیں جانتا،

۱۔ مسند احمد ۴/ ۲۷۸ قال الشوكاني اخرج ايضا النسائي وابن خزيمة
والحاكم بنيل الاوطار ۹۰/ ۹۰ ۲۔ مسند احمد ۴/ ۳۷۳ ۳۔ قال الشوكاني اخرج ايضا النسائي
ومحو ابن حبان والحاكم بنيل الاوطار ۹۰/ ۹۰

یہ روایات بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے لیکن اسے جاننے والے ہی جانتے ہیں ہر شخص کا اس سے واقف ہونا کوئی ضروری نہیں ہے اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مرض کا علاج واقف کاری سے ہونا چاہیے۔ کسی ناواقف شخص کی طرف رجوع کرنا صحیح نہیں ہے بعض دوسری حدیثوں سے اس کا صراحتاً ثبوت بھی ملتا ہے۔

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص کے زخم رگھا، اس سے خون پوری طرح نہیں بہا اور بند ہو گیا اس نے بنو انمار کے دو آدمیوں کو علاج کے لئے بلایا انہوں نے اسے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تم دونوں میں سے کس کو طب کی واقفیت زیادہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا حضور! یا طب میں بھی کوئی خیر ہے؟ مطلب یہ کہ کیا اس کی بھی کوئی افادیت ہے آپ نے فرمایا۔ انزل اللہ والذی انزل الادویۃ دوا بھی اتاری ہی ہے اس ذات نے جس نے بیماریاں اتاری ہیں۔

حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے تشریف لائے۔ میرے سینہ پر دست مبارک رکھا۔ میں نے اپنے قلب کے اندر کی ٹھنڈک محسوس کی آپ نے فرمایا تمہیں دل کی شکایت ہے تم قبیلہ ثقیف کے بٹ بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ (اس مرض کا) علاج کرتا ہے (یا اچھا طبیب ہے) اس بٹ میں آدلی کو مدینہ کے سات اچھی قسم کے چوہا رے گٹھلیوں سمیت گٹھا کر پھانکے۔

وقت ضرورت ایک سے زائد ڈاکٹروں اور حکیموں کی طرف بھی رجوع کیا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے

فرمایا کسی طبیب کو بلاؤ تاکہ میرے زخم کو دیکھے، چنانچہ عرب کے ایک طبیب کو لوگوں نے بلوایا۔ اس نے نبید پلائی لیکن نبید خون کا رنگ لئے ہوئے زخم سے نکل گئی پھر میں نے انصار کے قبیلہ بنو معاویہ کے ایک حکیم کو بلوایا اس نے دودھ پلایا تو دودھ سفید چمکتا ہوا نکل آیا۔
 حکیم اور ڈاکٹر کو اجرت اور معاوضہ دینا بھی ثابت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طیبہ نامی ایک غلام نے آپؐ کو پچھنا لگایا آپؐ نے دو صاع غلہ اس سے دینے کے لئے کہا اور اس کے مالکوں سے بھی گفتگو کی کہ اس سے وہ جو معاوضہ لیتے ہیں اس میں تخفیف کر دیں، آپؐ نے پچھنا لگوانے کی افادیت بیان کرتے ہوئے، فرمایا کہ جو علاج تم کراتے ہو اس میں بہترین چیز پچھنا لگوانا ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تین غلام تھے پچھنا لگانے کے فن سے واقف تھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان میں سے دو کو اپنے والد گھروالوں کے لئے غلہ کا انتظام کرنے پر لگا دیا اور ایک کے ذمہ ان کو اور ان کے گھر والوں کو (وقت ضرورت) پچھنا لگانے کا کام تھا۔

اس سے FAMILY DOCTOR کا جواز نکلتا ہے اگر حالات اجازت دیں تو گھر کے علاج کے لئے متعین حکیم یا ڈاکٹر رکھنا یا اس کی خدمات حاصل کرنا غلط نہیں ہے۔ اسلام نے جہاں مرین کو علاج کی ترغیب دی وہیں کسی بھی شخص کو طب کا علم حاصل

۱۔ صند احمد تحقیق احمد محمد ثناء کر ۲۸۲/۱، ۲۸۳، ۲۸۴، بخاری، کتاب الطب، باب الحجامة
 الدار، مسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب دمل اجرة الحجامة، ترمذی، ابواب الطب
 باب ما جاز فی الحجامة۔ اس کے ایک راوی مبارک بن نعیم کو بعض محدثین نے ضعیف کہا ہے۔
 اس کے ساتھ اس کے بارے میں یہ بھی رائے ہے کہ اس کی روایات چھوڑی نہ جائیں بلکہ انہیں لکھنا جائے، ملاحظہ ہو تہذیب الکمال فی اسرار الرجال۔

اپر پل نشہ

کے بغیر علاج کرنے سے سختی سے منع کیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من تطيب ولم يعلم منه طب فهو ضامن له
طب کو اچھی طرح نہ جاننے کے باوجود جس نے علاج کیا اور اس سلسلہ میں وہ متعارف نہیں تھا تو وہ کسی بھی نقصان کا ضامن ہوگا

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا :-

ایما طبیب تطیب علی قوم یحیی
لہ تطیب قبل ذالک فاعنت فهو ضامن
جس شخص کو پہلے سے طبیب ہونا معلوم نہیں تھا، اس نے لوگوں کا بتکلف علاج کیا اور نقصان پہونچا یا تو وہ ضامن ہوگا۔

طب ایک مظلوم پیشہ رہا ہے اس کا کوئی معیار نہیں تھا سنی سنائی معلومات ناقص اور ادھورے تجربات کی بنیاد پر لوگ طبابت اور حکمت کرتے رہے ہیں۔ اب بھی اس سطح پر یہ پیشہ مختلف شرکوں میں جا رہی ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس طرح کے نیم حکیموں اور ناتجربہ کار معالجوں کی وجہ سے کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں اسلام سے پہلے ان خود ساختہ اطباء کے خلاف شاید ہی کوئی قانونی قدم اٹھایا گیا ہو جو شخص طبیب نہیں ہے اس کے علاج سے اگر کسی کو نقصان پہونچے تو اسلام کے نزدیک اسے اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا یہ اتنا سخت قانون ہے کہ اس کے بعد کبھی کوئی نا اہل شخص طب کی دکان کھول کر انسانوں کی زندگی سے نہیں کھیل سکتا۔

امام خطابی فرماتے ہیں :-

لے ابو داؤد، کتاب الدیات باب فی من تطیب ولم یعلم منه طب، ابن ماجہ
کتاب الطب، لے ابو داؤد حوالہ سابق

میرے علم کی حد تک اس بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص علمی اور علمی طور پر طب سے واقف نہیں ہے اس کے علاج سے مریض ختم ہو جائے تو اسے دیت ادا کرنی ہوگی اور اس کا بوجھ اس کے عاقلہ و قریبی رشتہ دار اور ورثاء اٹھائیں گے البتہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا اس لئے کہ مریض کی اجازت کے بغیر وہ علاج نہیں کر سکتا تھا۔

مریض کسی ناواقف کار کے دھوکے میں بھی آ سکتا ہے تجربہ کار طبیب سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اسکے مختلف پہلوؤں پر ہمارے فقہاء نے بحث کی ہے اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

علاج و معالجہ کی فقہی حیثیت پر بھی تھوڑی سی بحث مناسب ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیماریوں کا علاج بتایا ہے احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے قاضی عیاض کہتے ہیں ان احادیث سے فی الجملہ علاج کا جواز نکلتا ہے اور آپ نے جن چیزوں کا بطور دوا ذکر فرمایا ہے ان کے ذریعہ علاج کا استحباب معلوم ہوتا ہے

بعض غالی قسم کے صوفیوں نے علاج و معالجہ کا انکار کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب ہر چیز اللہ کی طرف سے لکھ دی گئی ہے تو دوا دار و داکوئی فائدہ نہیں ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ ان احادیث سے ان کی بھی تردید ہوتی ہے جہاں تک تقدیر کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہر کام ہوتا ہے علاج بھی اسی کی مشیت کے تحت ہے اسکی نوعیت و اسباب و وسائل کی سی ہے ان کا اختیار کرنا تقدیر سے جنگ کرنے کے ہم معنی نہیں ہے۔

لے معالم السنن ۴/۲۹۰، اس پر تفصیلی بحث کیلئے ملاحظہ ہو الطب النبوی صفحہ ۱۱۲ و ۱۱۳
سے شرح مسلم للذہبی ۲/۲۵۲

حضرت جابرؓ کی روایت لکل دواء دہر بیماری کی دوا ہے، اور پر گزر چکی ہے اس حدیث کے ذیل میں امام نووی لکھتے ہیں :-

وفي هذا الحديث استشارة
الحق استحباب الدواء وهو مذهب
اصحابنا وجهول سلف وعامة
المسلمين
اس حدیث میں اس بات کا اشارہ ہے
کہ دوا کرنا مستحب ہے یہی ہمارے اچھے
(شواخ) جہول سلف اور خلف میں سے
عام لوگوں کا مسلک ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوا علاج کرنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور پسندیدہ ہے لیکن اگر بیماری کی وجہ سے فرائض و واجبات اور دوسروں کے حقوق ادا کرنا ممکن نہ ہو تو یہ واجب بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ جیسا کہ علمائے لکھا ہے اس کی نوعیت سبب اور ذریعہ کی ہے اور اسباب و ذرائع کا اختیار کرنا حالات کے لحاظ سے جائز بھی ہو سکتا ہے۔ مستحب اور واجب بھی ہو سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت سے بحث کرنا ضروری ہے روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کے رسولوں اور ان کی امتوں کا مشاہدہ کرایا گیا میں نے دیکھا کہ کسی کے ساتھ اس کا ایک ہی ماننے والا تھا کسی کے ساتھ دو تھے، کسی کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تھی اور کسی کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ اسی دوران میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق پر چھائی ہوئی تھی مجھے خیال ہوا کہ یہ میری امت ہوگی لیکن بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ کی امت ہے پھر میں نے اس سے بھی بڑی ایک جماعت دیکھی جو ہر طرف چھائی ہوئی تھی مجھے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس کے ساتھ سنتر

ہزار انسان وہ بھی ہوں گے جو جنت میں اس طرح جائیں گے کہ ان کا حساب نہ ہوگا،
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا :-

ہم الذین لا یتطیعون ولا یکتون
ولا یستحقون وعلی ربہم یتوکلون

یہ وہ لوگ ہیں جو پندوں کے ذریعہ نہ
شگون لیتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں اور
نہ حیراڑھونک کرتے ہیں اور اپنے رب

پر بھروسہ کرتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محض نے دریافت فرمایا کہ کیا میرا بھی شمار ان ہی میں
ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں! تم بھی ان ہی میں ہو ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ کیا میں
بھی ان ہی لوگوں میں ہوں آپ نے فرمایا عکاشہ تم سے اس میں سبقت لے گئے۔
اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تدبیر کے مقابلہ میں توکل کا مقام اونچا
ہے علاج کرنا جائز تو ہے لیکن جو شخص بیماری میں دوا علاج کی فکر نہ کرے اور خدا پر بھروسہ
رکھے اس کا شمار ان نثر ہزار خوش نصیب انسانوں میں ہوگا جو بغیر کسی حساب کتاب
کے جنت میں جائیں گے لیکن یہ استدلال کئی پہلوؤں سے غلط ہے۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا اسوہ یہ ہے کہ صحت خراب
ہو تو علاج کرایا جائے اس لئے جو شخص علاج کرتا ہے وہ صحت پر عمل کرتا ہے اور جو نہیں
کرتا وہ صحت کو ترک کرتا ہے علاج نہ کرنا کسی فضیلت کا باعث ہوتا تو یقیناً آپ
اس سے احتراز فرماتے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے علاج اس لئے کرایا
تاکہ امت کو یہ بتایا جائے کہ یہ ایک جائز فعل ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علاج
کرنا شرعاً بہتر ہے اور فضیلت کا باعث ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لئے

۱۔ بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق، مسلم کتاب الایمان باب بیان کون نذہ الامہ منصف اہل کفر

اپریل سنہ

کہ اگر قرآن و حدیث میں اشارتاً یا کنایتاً ہی یہی علاج و معالجہ سے منع کیا گیا ہو تا تو اسے منسوخ کرنے اور جواز کا حکم دینے کی ضرورت پیش آتی جب اس سے منع ہی نہیں کیا گیا تو اس کا جواز از خود ثابت ہے کسی حکم کی ضرورت نہیں ہے پھر یہ کہ جواز ثابت کرنے کے لئے دو ایک بار کا علاج بھی کافی ہو سکتا تھا حالانکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بکثرت علاج کرایا ہے آپ کو جو دوائیں یا علاج بتائے جاتے تھے ان کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبی معلومات اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ لوگ اس پر تعجب کرتے تھے۔

کسی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ ترک علاج کی کوئی فضیلت نہیں بیان ہوئی ہے اس کے برخلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف امراض کی دوائیں اور ان کے علاج بتائے ہیں۔ اکابر صحابہ کو علاج کا مشورہ دیا ہے اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے علاج سے احتراز کیا ہو۔ ترک علاج افضل ہوتا تو صحابہ کرام رحمہم اللہ الوسع اس سے اجتناب فرماتے۔

علاج کو توکل کے منافی سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ توکل یہ نہیں ہے کہ آدمی اسباب و وسائل کو اختیار نہ کرے بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے آدمی کو اصل اعتماد اسباب و وسائل پر نہیں بلکہ خدا کی ذات پر ہو و وسائل کو اختیار کرے۔ بغیر توکل غلط قسم کا توکل ہوگا۔ بیماری میں توکل یہ ہے کہ آدمی دوا علاج کرنے کے باوجود اللہ پر بھروسہ رکھے اور مرض اور شفا ر سب کو اسی کی جانب سے سمجھے امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں:۔

صحیح احادیث میں علاج کا حکم ہے یہ توکل کے منافی نہیں ہے جس طرح بھوک پیاس، گرمی اور سردی کو جو چیزیں دور کرتی ہیں ان کے ذریعہ ان کو دور کرنا خلاف توکل نہیں ہے اسی طرح علاج بھی توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ توکل حقیقت ہی اس وقت تکمیل ہوتی ہے جب کہ آدمی ان اسباب کو استعمال کرے

جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسبات کو مقدر کر رکھا ہے اور شرعاً ان کے استعمال کا حکم دیا ہے ان کو چھوڑنے والا اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے توکل کا اعلیٰ مقام حاصل ہے حالانکہ اس سے توکل کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور یہ اللہ کے قانون اور حکمت کے بھی خلاف ہے توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو دین و دنیا کے کسی بھی فائدہ کو حاصل کرنے اور دونوں جگہ کسی بھی نقصان سے بچنے میں اللہ پر اعتماد ہو اس اعتماد کے ساتھ اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے ورنہ آدمی حکمت و شریعت دونوں کو چھوڑنے والا ہو گا۔ نہ تو اسے بجز کوتاہی کو توکل سمجھنا چاہیے، اور نہ توکل کو بجز اور کوتاہی بنا دینا چاہیے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:-

جس شخص کو اللہ تعالیٰ پر وثوق اور اعتماد ہو اور جسے یہ یقین ہو کہ اللہ کا فیصلہ بہر حال نافذ ہو کر رہے گا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کی سنت کی اتباع میں اسباب و وسائل کو اختیار کرنا توکل کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں (ایک نہیں) دوزرہیں پہنیں سرسہارک کی حفاظت کے لئے خود استعمال فرمایا (احد میں) گھاٹی کے دہانہ پر تیر اندازوں کو بٹھایا مدینہ کے اطراف خندق کھدوائی، حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی (صحابہ کو) اجازت دی خود بھی ہجرت فرمائی، کھانے پینے کے ساز و سامان رکھے، گھر والوں کے لئے غلہ جمع کیا اور اس کا انتہاء نہیں کیا کہ آسمان سے کوئی چیز نازل ہو حالانکہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہو سکتے تھے اسی طرح ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ میں اپنے اونٹ کو باندھوں یا کھلا چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا اسے ماندھو اور پھر توکل کرو گویا آپ

سید الطیب النبویؒ ص ۱۶

اپریل ۱۹۸۷ء

نے یہ اشارہ کیا کہ احتیاط سے توکل ختم نہیں ہوتا۔

جب دوا علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے تو پھر حضرت عکاشہ بن محسن رضی کی روایت کا کیا مطلب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں صنوع اور ناپسندیدہ طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ صحیح طریقوں کی احادیث میں نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی:-

ہم الذین لا یطیرون
یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعہ شگون
نہیں لیتے۔

اہل عرب کسی کام کے لئے نکلتے یا کوئی مقصد ان کے سامنے ہوتا تو یہ جاننے کے لئے کہ اس میں کامیاب ہوں گے یا ناکام پرندوں کے ذریعہ شگون لیتے تھے۔ اس کا دائیں جانب اڑنا مبارک سمجھا جاتا تھا اس کی ان کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں تھی البتہ اس کے بائیں جانب پرواز کرنے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ یہ بخیریت کی علامت تھی چنانچہ ”تطیر“ بد فالی ہی کو کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس طرح کے اودھام کو ختم کر دیا البتہ کسی موقع پر کسی کی زبان سے کوئی اچھا کلمہ نکل جائے تو اس سے خوشی محسوس کرنا ایک فطری بات ہے اس سے اسلام منع نہیں کرتا چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لا طیرۃ و شیء ما الفال قالوا
وما الفال قال الکلمۃ الصالحۃ
پرندوں کے ذریعہ شگون لینا صحیح نہیں ہے
اس میں بہتر چیز فال ہے لوگوں نے پوچھا
فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھی بات
جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔

فتح الباری، ۱۰/۱۶۵، بخاری کتاب الطب باب الطیرۃ۔

زیر بحث حدیث میں دوسری بات یہ کہی گئی ہے۔

لا یکتوون اور وہ داغ نہیں لگواتے،

بعض امراض میں لوہا گرم کر کے داغ دیا جاتا تھا۔ عربوں میں یہ احساس تھا کہ اس سے بیماری کا باسکلیہ استیصال ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی احتیاطی طور پر بھی داغ لگوایا جاتا تھا یہ ایک بہت ہی سخت اور تکلیف دہ علاج ہے۔ اس میں بے احتیاطی سے نقصان پہونچنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علاج اس کی افادیت کو تسلیم کی ہے لیکن جہاں تک ہو سکے اس سے بچنے کی تلقین کی ہے اور بلا ضرورت اس علاج کو ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

الشفاء فی ثلاث شربة عسل
وشربة حیم وکبة فار وانی امتی
عن اکی یلہ
شفار تین چیزوں میں ہے شہد کا گھونٹ
پچھنے کا نشان، اور آگ سے داغ لگانا
میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا
ہوں۔

حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں:-

نہی البنی عن الکی فاکتوبینا فما
افلحنا ولا انجینا
نبی صلعم نے داغ لگوانے سے منع فرمایا احرام
نہیں قرار دیا ہم نے داغ لگوایا، لیکن ہم نے
فلاح نہیں پائی اور کامیاب نہیں ہوئے،

ان احادیث میں داغ کے ذریعہ علاج کی جو ممانعت ہے وہ حرمت کے لئے نہیں
ہے بلکہ اس سے کراہت اور ناپسندگی کا اظہار ہوتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کرامؓ

۱۔ بخاری کتاب الطب باب الشفاء فی ثلاث، ۲۔ ابو داؤد کتاب الطب باب فی الکی،

تیسری صفت جس کا حدیث میں ذکر ہے وہ یہ ہے :-

پیش کرو اگر جھاڑ بھو یک میں شری کی

آمینز نہیں ہے کو کوئی حرج نہیں ہے،

له مسلم كتاب السلام. باب استجاب الرقية من العين ١/٦.

حکم ہے اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے بلکہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ جھاڑ پھونک سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ شرکاء نہ
کلمات کے ذریعہ جھاڑ پھونک سے منع کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کی دعاؤں کا تعلق ہے ان کے جواز بلکہ
استحباب میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے پھر ان کے ترک کو افضل کیسے کہا جاسکتا ہے حدیث
میں جس یقین اور توکل کی تعلیم دی گئی ہے یہ دعائیں اسے مضبوط اور اس میں اضافہ کرتی ہیں
سوال یہ ہے کہ اگر حدیث میں غلط یا ناپسندیدہ طریقوں سے اجتناب کی فضیلت
بیان کی گئی ہے تو اس سے ہر مومن بچتا ہی ہے اور اسے فی الواقع بچنا بھی چاہئے پھر ان
سنتوں پر ارکی کیا خاص فضیلت ہے جب کہ حدیث بتاتی ہے کہ ان کو دوسروں پر امتیاز
اور فضیلت حاصل ہے ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بیماری میں خاص طور پر جب کہ وہ طول کھینچ جائے یا پھر یہ
مشکل اختیار کر لے تو علاج کے صحیح اور پسندیدہ طریقوں ہی پر قناعت کرنا بہت مشکل
ہے صحت اتنی عزیز ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں بہت سے نیک اور صالح لوگ
بھی حرام اور ممنوع دواؤں کے استعمال سے باز نہیں رہتے۔ خدا پر ان کا یقین بھی کمزور
پڑنے لگتا ہے۔ اور بڑی آسانی سے جادو، منتر، ٹوٹوں اور ٹوٹکوں اور قبروں اور
مزاروں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ اس وقت علاج کے جائز طریقوں ہی پر اکتفا کرنا
غیر اللہ سے استعانت نہ چاہنا اور صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا بڑے دل گزے کا کام

۱۰/۱۵۲ نام خطابی فرماتے ہیں۔ فاما الرقی فاما لم یصحی عنہ ہوا کا کان مٹھا
بغیر لسان العرب فلا یدری ما ہو ولعلہ قد یدخلہ سحرا وکفر فاما اذا کان مفہوم المصحی وکان
فیہ ذکر اللہ تعالیٰ فانه مستحب معتبر بہ واللہ اعلم۔ معالم السنن ۳/۳۲۶

ہے اس کے لئے بڑے ایمان و یقین اور لوکل کی ضرورت ہے۔

حدیث سے بظاہر یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کے اصحاب لوکل امت میں صرف شتر ہزار ہوں گے۔ لیکن اس طرح کے اعداد کثرت کے اظہار کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان خصوصیات کے افراد کی تعداد بھی اس امت میں چھوٹی موٹی نہ ہوگی بلکہ بہت بڑی ہوگی۔

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

تالیف: جناب ڈاکٹر خورشید احمد فاروقی پروفیسر عربی و لٹریچر یونیورسٹی

اردو زبان میں پرانے ہندوستان کے تمدن، مذہب اور علوم کے بارے میں اب تک عربی تحریروں کا تفصیلی تحقیقی اور تنقیدی جائزہ نہیں لیا گیا تھا۔ تھوڑا بہت اگر لکھا گیا بھی تھا تو اس کی حثیت ادھورے غلط تراجم اور خلاصہ تک ہی محدود تھی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے اہتمام کے ساتھ پرانے ہندوستان (سلطان محمود غزنوی سے پہلے) یعنی نویں دسویں صدی عیسوی میں ہندوستان کے مذہب، تمدن، علوم، تاریخ اور تجارت وغیرہ سے متعلق امور کا عربی مؤلفین کی تحریروں اور بیانات کی روشنی میں تعارف کرایا ہے۔ ہندی عبارتوں میں، ہندی نام جو نسخ اور محرف ہو گئے تھے تاریخی شہادتوں، قرآن اور دیگر مکمل طریقوں سے تصحیح بھی فرمائی ہے، کتاب کا مطالعہ اہل علم ریسرچ کرنے والے طلباء کے لئے مفید ہے، صفحات ۳۲۶ قیمت ۱۵/، جلد ۱۹/